مکالمہ

مشن، مسلمان اور مشرقِ وسطیٰ ــــ ورلڈ کونسل آف چرچز کا مباحثہ

[اقومانی (Ecumenical) تحریک کے روزِ اوّل سے یہ سوال اس کے ایجنڈے پر رہا ہے کہ عیسائیوں کا دوسرے مذاہب سے تعلق کس نہج پر ہو۔ ۱۹۱۰ء میں ایڈنبرا میں منعقدہ عالمی مشنری کانفرنس کے جن مباحث میں شرکاء نے سب سے زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا تھا، ان میں سے ایک یہی مسئلہ تھا۔ حال ہی میں مجلّہ One World کے ایک شمارے میں ورلڈ کونسل آف چرچز کے بین المذاہب تعلقات کے نئے دفتر (جنیوا) میں کام کرنے والے تین ارکان کے درمیان ۱۹۹۲ء اور اس کے بعد بین المذاہب مکالمے میں اقومانی شمولیت کی اہمیت پر مباحثہ شائع ہوا ہے۔ ذیل میں ہم مشرقِ وسطیٰ، مسلمانوں اور مشن سے متعلق سوالات اور جوابات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔]

سوال: پوپ جان پال دوم کے گشتی فرمان Redemptoris Missio مجریہ ۱۹۹۱ء کا ایک حصہ "دوسرے مذاہب کے اپنے بھائیوں اور بہنوں سے مکالمے" سے متعلق ہے۔ پوپ بین المذاہب مکالمے کا ذکر "کلیسیا کے تبشیری کام" کے طور پر کرتے ہیں۔ اُن کے الفاظ میں مکالمے سے "تبشیر یا تبلیغِ عیسائیت کا فرض ساقط نہیں ہو جاتا۔" مکالمے میں "اس لگن کے ساتھ حصہ لیا جاتا ہے کہ کلیسیا نجات کا عام ذریعہ ہے اور صرف کلیسیا ہی ذریعۂ نجات کی اعلیٰ ترین خصوصیات کا حامل ہے۔" مکالمے اور مشن کے درمیان بیان کردہ اس ربط و تعلق پر آپ کا ردِعمل کیا ہے؟

ہانس اوکو (Hans Ocko): دوسرے مذاہب کے لوگ عیسائی مشن کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس حوالے سے جو معلومات ہمیں حاصل ہوئی ہیں، ان کی روشنی میں میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ پوپ کے گشتی فرمان کی زبان لوگوں کے لیے پراگندگی کا باعث ہے۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لیے یہ امر ازحد مشکل ہوگا کہ مکالمے میں شریک ہوں جبکہ مکالمہ کلیسیا کے تبشیری مشن کے حصّے کے طور پر شروع کیا جا رہا ہو۔ لیکن میں نے اس بات پر ویٹیکن میں اپنے ہم منصبوں یعنی "بین المذاہب تعلقات کی پاپائی کونسل" (Pontifical Council for Inter-religious Relations) کے افراد سے تبادلۂ خیال کیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ "اندرونِ خانہ استعمال ہونے والی زبان" ہے مگر میں کلیسیا کے اندر اسی زبان کو ترجیح دوں گا جو کلیسیا کے باہر استعمال کرتا ہوں۔ جب میں "چرچ آف سویڈن مشن" سے بطور "سیکرٹری برائے مکالمہ" وابستہ تھا تو بعض اوقات لوگ سوال کرتے تھے کہ ایک شخص مکالمے کی دعوت دیتے ہوئے کس طرح کلیسیا کے تبشیری مشن کا ساتھ دے

سکتا ہے۔ کلیسیا کے اندر رہتے ہوئے (یہ ممکن ہے) ہاں! مکالے میں شرکت مشن کا ایک حصہ ہے۔ کلیسیا کا یہ دُور ترین کنارا ہے۔ یہ لوگوں تک بات پہنچانے کی کوشش ہے، تاہم مختلف مذاہب کے لوگوں میں اعتماد پیدا کرنا مشکل کام ہے اور ہمیں اپنی زبان کا خیال رکھنا ہوگا۔

ویزلی اریراجہ (Wesley Ariarajah): میں سمجھتا ہوں کہ پوپ کے گشتی فرمان کا یہ اقتباس کلیسیا اور مشن کے بارے میں ویٹیکن دوم کی دستاویزات کی نسبتاً زیادہ قدامت پسندانہ تعبیر کا اظہار ہے۔ ان دستاویزات کی جو تشریحات پہلے کی جا چکی ہیں، اُن میں سے بہت سی فراخ دلانہ ہیں لیکن جیسا کہ ہانس نے کہا ہے کہ گشتی فرمان میں "تبشیر" اور "مشن" کے الفاظ بہت ہی مخصوص انداز میں استعمال ہوئے ہیں جن کا مقصد مکالے کی حیثیت کو مجروح کرنا نہیں ہے۔

ٹاریک مِتری (Tarek Mitri): جیسا کہ ویزلی نے کہا، یہ غیر مسیحی مذاہب کے ساتھ کلیسیا کے تعلقات سے متعلق ویٹیکن دوم کے اعلان کی اُس تشریح و تعبیر کے خلاف ردّعمل ہے جو آزاد خیال کیتھولکوں نے پیش کی ہے۔ یہ "اپنے گھر کو ازسرِ نو درست کرنے" جیسا عمل ہے۔ میں نے کیتھولک چرچ کی اس واضح اور بین دستاویز — Nostra Aetate کو ہمیشہ رشک کی نظروں سے دیکھا ہے جو انہیں پیش قدمی کی اجازت دیتی ہے۔ جبکہ ورلڈ کونسل آف چرچز میں کبھی ہم آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی مکالماتی دینیات میں بڑے انقلابی ہوتے ہیں اور کبھی تبشیری دینیات میں۔ اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورے کلیسیا کی حقیقت یہی ہے۔ بعض لمحات ایسے آتے ہیں جب آپ اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ بے لوث مکالے اور اس کی ضرورت کی تائید کرتے ہیں اور پھر کچھ ایسے لمحات آتے ہیں کہ آپ ایسا نہیں کرتے۔

او کو: ضروری بات یہ ہے کہ مشن اور مکالے کا یہ تناظر نظر انداز نہ کیا جائے۔ میں خود ورلڈ کونسل آف چرچز کی عالمی مشن کانفرنس، سان انتونیو (۱۹۸۹ء) کے انداز کو زیادہ تعمیری خیال کرتا ہوں جس میں مشن اور مکالے کے درمیان موجود تناؤ کو ایک مثبت مظہر کے طور پر زیر بحث لایا گیا جِس سے ہمیں عہدہ برآ ہونا ہے۔ میرے اپنے ایمانی تناظر میں [اہم بات یہ ہے کہ] میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مکالے اور خدا کے ساتھ اپنے ذاتی تعلق کو کیسے سمجھتا ہوں؟

سوال: ورلڈ کونسل آف چرچز کی دستاویز "عیسائی۔ مسلم تعلقات کے بارے میں اقوامانی غور و فکر" میں کہا گیا ہے کہ اسلام عیسائیوں اور یہودیوں کو خصوصی مقام دیتا ہے جو "اہل کتاب" کی حیثیت سے اُسی خالق کی عبادت کرتے ہیں۔ [جس کی مسلمان عبادت کرتے ہیں] اور اس لیے وہ ایسے لوگ سمجھے جاتے ہیں جن کی تبدیلیٔ مذہب کی ضرورت نہیں۔ اب بہت سے عیسائی کلیسیاؤں کی خواہش ہے کہ وہ یہی مقام

یہودیوں کو دے دیں اور اب ورلڈ کونسل آف چرچز کے اُس فیصلے سے اس خواہش کی تصدیق ہوتی دکھائی دیتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہود - عیسائی تعلقات کے دینیاتی مسئلے کو "ایمان اور نظام" کے سوال کے طور پر لیا جائے۔ لیکن یہ خصوصی حیثیت صرف یہودیوں کے لیے کیوں؟ مسلمانوں کے لیے کیوں نہیں؟

او کو: یہ صورت حال کلیسیا کے اِس مخمصے کا اظہار ہے جس کا ذکر ماہر دینیات رونالڈ ناکس نے ایک نظم میں کیا ہے۔ "خدا کی طرف سے یہود کا چناؤ کتنی عجیب بات ہے، لیکن اِس سے زیادہ عجیب تر وہ ہیں جنہوں نے "خدائے یہود" کو پسند کیا لیکن یہودیوں سے نفرت کی۔" اِس حوالے سے یہ ایک بے مثال تعلق ہے۔ بلاشبہ ہر ایک بین المذاہب تعلق بے مثال ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ (رونالڈ ناکس کے الفاظ میں) کلیسیا نے خدائے یہود کا انتخاب کیا ہے، اِس ربط و تعلق کو خصوصی حیثیت دی ہے۔

کلیسیا نے یہودیت سے جنم لیا۔ ہر اتوار کو دُنیا بھر میں ہر گرجا گھر میں "آمین" اور "ہیلولویا" کے الفاظ گونجتے ہیں۔ یروشلم اور یہودیوں کے بارے میں پڑھا جاتا ہے۔ تم اِس صورت حال سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ یہودیت اور کلیسیا کے مابین ایک خصوصی ربط ہے جس سے ہمیں دینیاتی سطح پر نپٹنا ہے۔ اِس کا کیا مطلب ہے کہ ہم اس دُنیا [یہودیت] سے ایک کلیسیا کے طور پر برآمد ہوئے ہیں؟ اور اِس کا کیا مطلب ہے کہ ایک زندہ و توانا یہودیت ہے جو خدا کے ساتھ میثاق کا دعویٰ رکھتی ہے؟ کیا ایک سے زیادہ "میثاق" ہیں؟ اس سے کیا مراد ہے کہ ہم یہود کے ساتھ اِس میثاق کے درست ہونے کی تصدیق کرتے ہیں؟ پس دینیاتی نوعیت کے بہت سے سوال ہیں جن سے ہمیں بحث کرنی ہے۔ اِس سے یہودیت کو خصوصی حیثیت حاصل نہیں ہو جاتی لیکن یہ کلیسیائی دینیات کے لیے سوال ہے، جس سے صرف نظر ممکن نہیں۔

سوال: یہود - عیسائی تعلق کی اِس وضاحت کو مسلمان کس نظر سے دیکھیں گے؟

مِتری: مسلمانوں کے بارے میں گفتگو سے پہلے دوسرے عیسائیوں کے بارے میں کچھ بات کر لی جائے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تمام عیسائی اپنی عبادت میں یہودی عناصر کا استعمال کرتے ہیں۔ بائبل مشترک میراث ہے، تاہم بہت سے عیسائی اِس قسم کے بنیادی تسلسل پر خاموش نہ رہیں گے جو یہودیت کے ساتھ عیسائیت کے خصوصی روابط پر ضرورت سے زیادہ زور دیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تصوّر مغربی یورپ اور شمالی امریکہ کے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا ہے۔ افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ کے پروٹسٹنٹ بھی زیادہ تر اسے نہ سمجھیں گے۔ ہندوؤں کے درمیان آباد عیسائی ہندوؤں کے ساتھ تعلق کو خصوصی نوعیت کا حامل سمجھتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ یہودیت سے عیسائیت میں نہیں آئے بلکہ افریقہ میں قدیم مذاہب سے اور ایشیا میں ہندومت سے حلقۂ عیسائیت میں داخل ہوئے

ہیں۔ اِن کے ساتھ ہم میں عرب دُنیا کے وہ لوگ ہیں جو، چاہے یہ کتنا ہی عجیب کیوں نہ لگے، یہود کے ساتھ براہ راست تسلسل کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ شامی آرتھوڈوکس چرچ ایسے لوگوں کا کلیسیا ہے جو ابتداء میں یہودیت سے حلقۂ عیسائیت میں آئے اور وہ کسی بھی دوسرے گروہ، مثال کے طور پر "ڈینش لوتھرن" سے زیادہ یہودیت کے قریب ہیں۔ اس کے باوجود وہ اسلام اور یہودیت کو ایک ہی طرح لیتے ہیں۔ "یہ" دوسرے مذاہب ہیں چاہے شامی آرتھوڈوکس اُن کی زبان کیوں نہ بولتے ہوں اور بہت کچھ اُن کے درمیان مشترک بھی کیوں نہ ہو۔ وہ عیسائیت اور یہودیت کو اپنے اپنے طور پر الگ الگ مذہب خیال کرتے ہیں اور جو کچھ بالعموم مشن کے لیے درست سمجھا جاتا ہے، وہی "یہود کے لیے مشن" کے حوالے سے درست ہے۔

اریراجہ: بنیادی سوال یہ ہے کہ ان تین روایات میں ہم خدا کو کس طرح سمجھتے ہیں؟ جب تک ان میں سے ہر روایت خدا کو اپنے "قبائلی خدا" کے طور پر لیتی رہے گی، ہم اس مسئلے پر قابو نہیں پا سکتے۔ اس لیے کلیدی سوال یہ نہیں ہے کہ اسلام یا یہودیت کے ساتھ ہمارے تعلق کی نوعیت کیا ہے بلکہ خدا کو ایک تسلیم کرنے اور اپنے آپ کو اُس کے "اہل" قرار دینے میں ہم کس قدر اشتراکِ فکر رکھتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے یہودیت سے ہمارا تعلق، کم از کم کلیسیا کے بعض حصّوں میں، اہم ہے۔ تاہم خدا کے ایک ہونے اور اِسی طرح بنی نوع انسان کے ایک ہونے کے حوالے سے ہمارے تمام تعلقات کی تجدید ہونی چاہیے۔

اوکو: بلاشبہ ہم پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ یہودیت کو دوسرے مذاہب کے مقابلے میں مراعات دینے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے جیسا کہ کبھی تھا۔ تاہم اِسے ڈینش لوتھرن یا مغربی مسئلے کی حد تک بھی نہیں لے آنا چاہیے کیوں کہ ڈینش لوتھرن یا مغربی برادریوں کو یہود کے ساتھ جو مسئلہ درپیش ہے وہ یہودی اقلیتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہے۔ یہود - عیسائی تعلق اِس سے کہیں زیادہ ہے۔ کلیسیا کے لیے یہ بنیادی سوال ہے کہ یہ ایک دوسرے مذہب کی اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔ یہ ایک مثالی صورتِ حال ہوتی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام یہودیوں نے بیک زبان اُن کی تصدیق کی ہوتی اور پھر یہودی مذہب عیسائیت میں برقرار چلا آتا، لیکن ایسا وقوع پذیر نہیں ہوا۔ کلیسیا اس سوال کا کیا جواب دیتا ہے؟ یہ ایک مسئلہ ہے جس سے کلیسیا - کرسوسٹم سے مارٹن لوتھر تک، اور پھر بون ہوف اور بارتھ تک پیچھا نہیں چھڑا سکا۔

متری: لیکن میں نے [لوگوں] کو یہ کہتے سنا ہے کہ عیسائی، یہودیوں کے لیے مشن ترتیب دینے سے الگ تھلگ نظر آتے ہیں جب کہ دوسرے مذاہب کے لیے تبشیری سرگرمیوں کے لیے جواز مہیا کرتے رہتے ہیں۔

اوکو: میں یہ نہیں کہہ رہا کہ "پس! کیوں کہ ہمارے درمیان خصوصی تعلق ہے اس لیے تمہیں مشن کی ضرورت نہیں۔" میرا خیال ہے کہ "مشن" کے پورے تصوّر پر دوبارہ غور و فکر ہونا چاہیے، چاہے مشن

یہودیوں کے لیے ہو یا مسلمانوں کے لیے یا اس کی کوئی بھی حیثیت ہو۔
مِتری: اس حوالے سے، میرا خیال نہیں کہ ہم تعلقات پر بحث کر رہے ہیں۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے اس سے اتفاق رائے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کا ذکر ہے، چاہے تعلق مکالمے کا ہو یا مشن کا، تو کسی کو خصوصی حیثیت حاصل نہیں ہے۔
سوال: وہ خطہ جہاں یہودی، عیسائی اور مسلمان باہم ملتے ہیں، نمایاں طور پر مشرقِ وسطیٰ کا خطہ ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بین المذاہب مکالمہ، جو چرچوں کے ذریعے شروع کیا گیا ہے، اس خطے کے سیاسی مسائل کے حل میں کوئی کردار ادا کر سکے گا؟
اوکو: اگر ہم نے مشرق وسطیٰ کے تنازعے کو مذہبی تناظر میں حل کرنے کی ذمہ داری قبول نہ کی تو اہل ایمان کی حیثیت سے یہ امر ہمارے لیے باعث رسوائی ہوگا۔ عیسائیوں نے ہی نہیں، بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی ورلڈ کونسل آف چرچز سے کہا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں / تنظیموں کا ساتھ دے تاکہ مختلف راستے تلاش کیے جائیں، بات بیانات سے آگے بڑھے، حقیقتاً امن قائم ہو اور کوئی نئی بات سامنے آئے۔ لیکن یہ ایک ایسا کام ہے جو ہمیں جلد بازی سے نہیں بلکہ از حد احتیاط اور بے پناہ غور و فکر سے کرنا چاہیے۔
اریراجہ: بین المذاہب تعلقات کا دفتر بنانے کا ایک مقصد یہ تھا کہ مکالمے کے کاموں میں مشرقِ وسطیٰ، نائجیریا اور ملائشیا کے واضح اور متعین مسائل پر زیادہ زور دیا جائے۔
مِتری: لیکن مشرق وسطیٰ کے تنازعے میں کوئی اقدام کئی اسباب کی بنا پر مشکل ہوگا۔ ان اسباب میں سیاسی تعطّل اور ناقابل عبور حد تک نفسیاتی رکاوٹیں بھی شامل ہیں۔ یہ تنازعہ جس پر مذہبی جذبات چھائے ہوئے ہیں، دُنیا کے دوسرے تنازعات کی طرح ایک سیاسی تنازعہ ہے اور بہت سے عیسائیوں، مسلمانوں اور یہودیوں نے اس لیے نقصان اٹھایا ہے کہ روزِ اوّل سے اس تنازعے کو دینیاتی رنگ دے دیا گیا۔ جب ایک فریق نے انصاف کی بات کی تو دوسرے فریق نے "زمین کی دینیات" یا "منتخب لوگ" یا "میثاق" کی اصطلاحات میں جواب دیا۔ جب ایک نے "انسانی حقوق" کا ذکر کیا تو دوسرے نے "الٰہی حق" کی بات کی۔ جب ایک فریق نے مغربی کنارے اور غزّہ کے لیے حقِ خود اختیاری کا مطالبہ کیا تو دوسرے فریق نے جواب دیا کہ "جودیا اور سماریا خدا کے ودیعت کردہ ہیں۔" لوگوں کے حقیقی تاریخی مسائل کا جواب مذہبی علم الاصنام سے دیا گیا۔ معاملے کو اس حد تک بگاڑ دیا گیا کہ لوگ کہہ رہے ہیں "آئیے، اس تنازعے کو انسانی حقوق اور حقِ خود اختیاری کا مسئلہ سمجھیں۔ اور جب یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو تمام مذاہب خاموش ہو جائیں گے۔"
اوکو: میں سمجھتا ہوں آپ صحیح کہہ رہے ہیں تاہم ایسی زبان تلاش کرنی چاہیے جسے کوئی مذہبی اصطلاحات کی آڑ میں اپنی سیاسی حرص کے لیے استعمال نہ کر سکے۔